بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہم انصاری نے یہ ناول (اگر اور جیتے رہتے از ماہم انصاری) صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھا ہے۔اس ناول (اگر اور جیتے رہتے از ماہم انصاری) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے، ڈائجسٹ، سوشل میڈیا، ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیو ایرا میگزین

اس نے سیٹ کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔ جہاز لمحہ بہ لمحہ اوپر اٹھتا جا رہا تھا۔ زمین سے اوپر! بہت اوپر! جہاز کے ساتھ ساتھ اس کی سوچیں بھی پرواز کرنے لگی تھیں۔ وہ جہاز کی پرواز محسوس نہیں کر سکتا تھا جب تک وہ جھٹکا نہ کھاتا یا پھر راستے میں کوئی موڑ نہ آتا۔ وقت بھی ایسا ہی پرندہ ہے۔ انسان کو اس کی پرواز تب تک محسوس نہیں ہوتی جب تک یہ جھٹکا نہ کھائے یا پھر اس کے راستے میں کوئی موڑ نہ آئے۔ اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ وقت نے اس تیزی سے پلٹا کھایا تھا کہ وہ خود کو سنبھال ہی نہیں پا رہا تھا۔ ان حالات میں خود کو سنبھالنا آسان تھا بھی نہیں۔ وہ ایک ظالم انسان ثابت ہوا تھا اور ظالموں کی سزا ساری عمر پر محیط ہوتی ہے۔ اسی پل اس کا فون بجا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر جیب سے موبائل نکالنا چاہا۔ یہی وہ وقت تھا جب ان کا جہاز کسی سخت چیز سے ٹکرایا تھا۔ اناؤنسمنٹ شروع ہو گئی تھی۔ ہر سمت بے ہنگم سا شور سنائی دینے لگا۔ اسے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ہر سمت دھواں پھیلتا جا رہا تھا اور

پھر....... جہاز کریش ہو گیا تھا۔ اس نے خود کو ہزاروں فیٹ کی بلندی سے نیچے جاتے محسوس کیا۔ ظہور سے زوال کے سفر کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سفر ہر انسان کے لیے ایک سی اذیت اور ایک سی تکلیف لیے ہوتا ہے۔ فائز میر کے لیے بھی یہ سفر اذیتناک ثابت ہوا تھا۔ وہ لمحہ بہ لمحہ زمین سے قریب ہوتا جا رہا تھا۔ اس کا وجود اپنے غرور اور انا سمیت خاک ہونے والا تھا۔ چند لمحوں بعد اس کا وجود زمین سے ٹکرا کر ختم ہو گیا۔ بالآخر اس نے اس دنیا اور زندگی کو الوداع کہہ دیا تھا۔ اچانک ہی منظر تبدیل ہو گیا اور عائزہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اس نے گھبرا کر اطراف میں نظریں دوڑائیں۔ لوگوں کا ایک جم غفیر تھا جو اسے

اطراف میں نظر آرہا تھا مگر ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کی سمت متوجہ نہ تھا۔ ہر ایک کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ ہر انسان پریشان نظر آرہا تھا۔ پھر اس نے عائزہ کی سمت دیکھا۔ اس کا چہرہ ہمیشہ سے زیادہ خوبصورت اور پر سکون نظر آرہا تھا مگر آنکھوں میں کئی سوال تھے جو اس کی زبان تک بھی آ گئے۔

"میری ایک غلطی کی اتنی بڑی سزا فائز؟ کیا یہی تھا تمہاری محبت کا تاج محل کہ ذرا سی ٹھیس لگی اور زمیں بوس ہو گیا؟ کیا یہی تھا تمہارا اعتبار کہ اِک پل میں چکنا چور ہو گیا؟ اگر میں بے وفا تھی بھی تو تم تو وفادار تھے؟ تم نے کیوں نہ وفا نبھائی؟ کیوں محبت کا بھرم قائم نہ رکھا؟ کیا یہی ہے محبت کہ جب تک اگلا وفا نبھائے آپ بھی نبھائیں اور جیسے ہی اس سے کوئی غلطی سرزد ہو یا وہ دور ہو جائے تو آپ کی محبت بھی ختم ہو جائے اور انتقام کی آگ اس قدر بھڑک جائے کہ اس کی جان ہی لے لی جائے؟ اس کا نام ہی صفحہ ہستی سے مٹا ڈالا جائے؟ تم میں اور ان پڑھ جاہل لوگوں میں کیا فرق رہ گیا جو دوسرے کی ذرا سی غلطی پر اس کا جینا حرام کر دیتے ہیں؟ ایک دفعہ مجھ سے پوچھتے تو صحیح۔ مجھ میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ تم سے مزید چھپا پاتی مگر.............."

"سر! آپ ٹھیک تو ہیں؟" کب سے پکارتی ائیر ہاسٹس نے بالآخر اس کا کاندھا ہلایا تو وہ ہوش کی دنیا میں واپس لوٹ آیا۔ اس نے اچنبھے سے اطراف میں نظریں دوڑائیں۔ نہ پلین کریش ہوا تھا نہ وہ مرا تھا نہ ہی یوم حشر قائم ہوا تھا۔ ہاں البتہ وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر انجانے میں ہی کافی دور تک چلا آیا تھا۔

"سر پلیز آپ اپنی سیٹ پر بیٹھ جائیں" اس کے دوبارہ توجہ دلانے پر وہ بمشکل خود کو سنبھالتا واپس اپنی جگہ کی سمت مڑا۔ اسے خود پر لوگوں کی نظریں گڑی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ بغیر کسی کی سمت دیکھے اپنی جگہ پر بیٹھ کر ماتھے پہ آیا پسینہ صاف کرنے لگا۔

"کس قدر خوفناک تھا وہ منظر۔ اگر وہ سب سچ ہوتا؟ اگر واقعی محشر قائم ہو چکا ہوتا تو میں کیا جواب دیتا؟ وقت گزر جانے کے بعد کس طرح معافی کی امید لگاتا؟ کس قیمت پر جنت کی امید رکھتا؟ کس منہ سے بخشش مانگتا؟ دنیا کی چار دن کی زندگی میں بھلے سکون نہ ہو مگر آخرت برباد ہو جائے تو ہاتھ میں کچھ نہیں بچتا۔ اُف میرے خدایا! میں کیا کروں آخر؟ کس طرح جہنم کی بھڑکتی آگ سے بچاؤں خود کو؟ آخر کیوں میرے اندر انتقام کی آگ اس قدر بھڑک گئی کہ میں جہنم کی آگ کو یکسر فراموش کر بیٹھا۔ بھول گیا کہ ایک دن اپنے ہر عمل کا حساب بھی دینا ہے۔ ہر اچھے برے عمل کا حساب دینا ہے۔ میں نے صرف اپنا کیوں سوچا؟ میں نے صرف دنیا کا کیوں سوچا؟" اس پر ابھی تک وحشت طاری تھی۔ جو کچھ اس نے دیکھا تھا وہ خواب نہیں تھا۔ وہ حقیقت بھی نہیں تھی مگر ایک دن اسے حقیقت بن کر سب کے سامنے آنا تھا۔ وہ آج اس کا وہم تھا، آنکھوں کا دھوکا یا بیماری کا نتیجہ مگر! کل اسے حقیقت بننا ہی تھا اور جہنم کی آگ...........!

اس نے بے اختیار جھرجھری لی۔اس کے قریب بیٹھے شخص نے گردن موڑ کر بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

"آپ ٹھیک تو ہیں؟"نامانوس آواز پر اس نے اپنے بائیں جانب بیٹھے شخص کو دیکھا۔

"جی۔جی۔میں ٹھیک ہوں"اس نے بمشکل خود پر قابو پاتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

"نہیں! مجھے آپ ٹھیک نہیں لگ رہے۔آپ......"

"میں ٹھیک ہوں"اس نے انجان شخص کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی تیزی سے کہا۔شاید وہ اس سے زیادہ خود کو یقین دلا رہا تھا کہ وہ ٹھیک ہے حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اس کی بیماری خطرناک ہوتی جا رہی ہے۔اسے نہ صرف visual hallucination تھا بلکہ اسے وائس ہیلیو سنیشن بھی تھا۔اس نے پریشانی کے عالم میں اپنے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا۔

"پرابلمز شئیر کرنے سے بھی کافی سکون ملتا ہے"وہی آواز دوبارہ اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔ اس نے چونک کر نظریں گھمائیں پھر گہری سانس لے کر اپنی ساری توجہ اس شخص کی سمت مبذول کر دی۔وہ تھری پیس میں ملبوس انیتس تیس سالہ شخص خوبصورت چہرے اور مضبوط جسم کا مالک تھا۔چہرے پر ایک عجیب مگر نرم سا تاثر محسوس ہوتا تھا۔آنکھوں پر جما کالے فریم والا نظر کا چشمہ اس کی صورت پر کافی جچ رہا تھا۔فائز کی جائزہ لیتی نظریں اس کے ہاتھوں میں موجود میگزین پر ٹھہر گئیں۔اسے کسی سامع کی شدید ضرورت تھی اور شاید اس اجنبی سے زیادہ بہتریں سامع کوئی اور نہ ہوتا۔

"میں بہت پریشان ہوں" بالآخر اس نے اس ہمدرد لہجے کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔ وجدان کہہ نہیں سکا کہ اس کی پریشانی تو اس کے حلیے سے ہی نظر آ رہی ہے۔ اس کی حرکتیں مزید چار چاند لگانے پر تلی ہوئی ہیں۔

"ہر پریشانی کا حل موجود ہوتا ہے بس اسے ڈھونڈنے کی دیر ہے۔ ہو سکتا ہے تمہاری پریشانی کا حل میرے پاس ہو" وہ اپنے سابقہ ہمدرد لہجے میں گویا ہوا۔

"مجھے visual hallucination ہے مگر چند لمحوں پہلے مجھ پر انکشاف ہوا ہے کہ مجھے وائس ہیلیو سنیشن بھی ہے۔ چند دنوں سے مجھے وہ صرف نظر آ رہی تھی مگر آج...... میں نے اسے بولتے سنا۔ ڈاکٹر سہیل کو لگتا ہے کہ یہ سب علاج سے ٹھیک ہو جائے گا۔ انہیں لگتا ہے اگر اس کی اصل وجہ دریافت کر لی جائے تو یہ مزید آسانی سے ٹھیک ہو سکتا ہے مگر میں انہیں کیسے کہوں کہ میرا مرض لاعلاج ہے" اس نے دکھتے سر کو انگلیوں کی مدد سے مسلا جبکہ وجدان اب بھی پہلے کی طرح پر سکون بیٹھا تھا۔

"کوشش سے کچھ بھی ممکن ہے اور اگر......" فائز نے دوبارہ اس کی بات کاٹ دی۔

"کوشش سے عائزہ زندہ تو نہیں ہو سکتی" وجدان نے چونک کر اسے دیکھا۔اس کی آنکھوں میں الجھن صاف نظر آ رہی تھی۔فائز نے اس کی آنکھوں کا سوال پڑھا تھا اور ایک پل کو خاموش سا ہو گیا مگر پھر ہمت جٹا کر دوبارہ گویا ہوا۔

"میرے گناہ بہت بھیانک ہیں۔تم سنو گے تو ششدر رہ جاؤ گے" اس دفعہ اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی بھی شامل تھی۔اس دفعہ وجدان خاموش رہا تھا۔وہ چاہتا تھا کہ فائز خود ہی فیصلہ کرے کہ آیا اسے وجدان کو اپنے راز بتانے ہیں یا نہیں۔

"میں نے شادی کی پہلی رات ہی عائزہ کو مار ڈالا تھا۔بہت بے رحمی سے اپنی محبت کی جان لے لی۔ایک دفعہ بھی نہیں سوچا کہ ہر گناہ اپنے ساتھ اپنی سزا بھی لیے پھر رہا ہے" اس کی آنکھیں ضبط کی شدت سے سرخ ہونے لگی تھیں جبکہ وجدان اس کے انکشاف پر واقعی ششدر رہ گیا تھا۔اس کے وہم و گمان میں نہ تھا کہ اس کے قریب بیٹھا خوش شکل شخص قاتل بھی ہو سکتا ہے۔کچھ باتوں کا اندازہ واقعی ہم صورت سے ہی کرتے ہیں حالانکہ لوگ ماتھے پر اپنی پارسائی کی سند لے کر نہیں گھوم رہے ہوتے۔پھر بھی ہم خوش شکل لوگوں کے بارے میں پہلی ملاقات میں تو کبھی بھی غلط رائے قائم نہیں کرتے اور بد صورت انسان ہمیں پہلی دفعہ میں ہی ناپسند ہو جاتا ہے۔

"عائزہ میری کلاس میٹ تھی۔ میں اسے کئی سالوں سے جانتا تھا۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ خوش تھے پھر......" وہ اول تا آخر وجدان کو سب کچھ بتاتا چلا گیا۔ وجدان دم سادھے اسے سن رہا تھا۔

"اب جب میں سب کچھ جان چکا ہوں تو پچھتاوے کی آگ مجھے جلائے جا رہی ہے۔ عجیب ہی ہے نہ کہ انسان ساری زندگی کسی نہ کسی آگ میں جلتا ہی رہتا ہے۔ بھوک کی آگ، حسد کی آگ، محبت کی آگ، انتقام کی آگ اور.....پچھتاوے کی آگ! اور جب زندگی ختم ہو جاتی ہے تب؟ جہنم کی آگ! ساری زندگی طرح طرح کی آگوں میں جلنا شاید انسانی فطرت ہے مگر جہنم کی آگ ناقابل برداشت ہو گی۔ وہاں تو موت کا آسرا بھی نہیں رہ جائے گا۔ یہاں لوگ خودکشی کر کے دنیا کے بکھیڑوں سے جان چھڑا لیتے ہیں مگر وہاں؟ اس اصل زندگی میں کس طرح خود کو بچائیں گے؟ میں ابھی مرنا نہیں چاہتا۔ میں جانتا ہوں میرا مرض لاعلاج ہے۔ میں عائزہ سے معافی نہیں مانگ سکتا اور میں یہ بھی اچھی طرح جانتا ہوں کہ جب تک وہ مجھے معاف نہیں کرے گی مجھے سکون نہیں ملے گا۔ میں اسی طرح جلتا رہوں گا" وہ نہ جانے کب سے ساری باتیں اپنے اندر چھپائے بیٹھا تھا۔ آج وجدان کو پا کر اس نے اس کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیا تھا۔ بات کے آخر میں اس نے گہری سانس لیتے ہوئے سیٹ کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

"جو کچھ ہوا بہت غلط بہت برا ہوا۔ سچ ہے شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے مگر میں ایک بار پھر کہوں گا کہ اب بھی دیر نہیں ہوئی ہے۔ وہ جو مالک دو جہاں ہے نہ؟ وہ بڑا رحیم بڑا کریم ہے۔ ہماری سوچ سے زیادہ محبت کرتا ہے ہم سے۔ ہم اس کی سمت ایک قدم بڑھاتے ہیں وہ ہماری سمت دو قدم بڑھاتا ہے۔ ہم اس کی سمت چل کر آتے ہیں تو وہ ہماری سمت دوڑ کر آتا ہے۔ تم اس سے مدد مانگو۔ یقین جانو صرف وہی ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہے اور مجھے یقین ہے وہ تمہاری مدد ضرور کرے گا" وہ اپنے ازلی ہمدرد لہجے میں گویا ہوا۔ اس کی دھیمی آواز میں کہی گئی پرامید باتیں اس کے ذہن و دل کو سکون بخش رہی تھیں۔ اسے امید کا بند در ایک بار پھر کھلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اور اس میں سے چھن کر آتی نیلی روشنی اس کو کھویا ہوا رستا پھر سے دکھا رہی تھی۔

"اللہ رب العزت ہمیں تب تک معاف نہیں کرتا جب تک وہ بندہ ہمیں معاف نہ کر دے جس کا ہم نے دل دکھایا ہو۔ میں نے عائزہ کے ساتھ ہی نہیں اس کی ماں کے ساتھ بھی اچھا نہیں کیا اور ان دونوں کو ہی کھو بیٹھا ہوں۔ کس طرح ان سے معافی مانگوں؟ شاید اس زندگی میں مجھے معافی ملنا ناممکن ہے" اس نے ایک بار پھر ہاتھوں سے امید کی ڈور کو پھسلتے محسوس کیا۔

"یہ جو ممکن اور ناممکن جیسے الفاظ ہیں نہ؟ یہ ہمارے لیے ہیں۔اس بادشاہ عالم کے لیے نہیں۔ وہ چاہے تو ابھی اس جہاز کو چڑیا میں بدل دے۔وہ جو محمود کو ابابیلوں کے ذریعے شکست دے سکتا ہے،وہ جو سمندر میں بارہ راستے بنا سکتا ہے،وہ جو یونس علیہ اسلام کو مچھلی کے پیٹ میں زندہ رکھ سکتا ہے،وہ عائزہ کی ماں کو تم سے نہیں ملوا سکتا؟وہ عائزہ سے تمہیں معافی نہیں دلوا سکتا؟تم صرف دعا کرو اور یقین رکھو۔یقین پہلی شرط ہے۔یہ اللہ رب العزت کی ذات پر یقین ہی ہے جو ناممکن کو ممکن میں بدل سکتا ہے میرے دوست!اس رحیم کی ذات پر یقین تو کرو پھر دیکھنا کیسے تمہاری مشکلات حل ہوتی ہیں"اس کی پرامید باتوں میں اثر تھا۔فائز نے بے اختیار تسلیم کیا تھا۔

"تم اتنی پرامید باتیں کس طرح کر لیتے ہو؟"وہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔اس کی بات پر وہ بے اختیار ہنس پڑا۔

"ایک بار اس کی ذات پر یقین کر کے دیکھو۔تم بھی ایسی ہی باتیں کرنے لگ جاؤ گے"اس کی بات پر وہ اداسی سے مسکرا دیا۔

"تم نے اپنا نام تو بتایا ہی نہیں؟"وجدان کچھ لمحوں کے وقفے کے بعد دوبارہ گویا ہوا۔

New Era Magazine

"فائزمیر"اس نے کہتے کے ساتھ اپناہاتھ آگے بڑھایا تھا۔

"میں وجدان ہوں"اس نے نرم مسکراہٹ کے ساتھ اس کاہاتھ تھام لیا۔

****

(جاری ہے)

نوٹ

اگراور جیتے رہتے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیاہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہوا گرپھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تواس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کرسکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ(نیوایرا میگزین)

New Era Magazine